زندگانی پیغمبرؐ اسلام۔ داستان اِفک

آیۃ اللہ استاد جعفر سبحانی مدظلہ الشریف

دور جاہلیت میں شہر مدینہ میں مذہب اسلام کی آمد کے بعد بھی حزب نفاق کا سرغنہ عوام الناس کی لڑکیوں اور کنیزوں کی خریداری کے ذریعہ خواتین کی تجارت میں ہمہ تن سرگرم تھا۔ وہ عورتوں کو لوگوں کے ہاتھ بیچ کر اس سے فائدہ حاصل کیا کرتا تھا اور زنا کی تحریم پر مبنی آیۂ کریمہ کے نزول کے بعد بھی اس نے اپنے اس فاسد عمل کو جاری رکھا تھا۔ یہاں تک کہ عظیم روحانی رنج ومصائب میں گرفتار کنیزوں نے پیغمبرؐ اسلام سے ''عبداللہ'' کی شکایت کی اور کہا ''ہم لوگ پاک وپاکیزہ زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں لیکن یہ شخص ہم لوگوں کو برا کام انجام دینے کے لئے مجبور کرتا ہے۔ چنانچہ اس شخص کی ملامت پر مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی، جس میں خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

''وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّناً لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا۔''[۱]

(یعنی ''اپنی کنیزوں کو جو عفت وپاکدامنی کی طرف مائل ہیں، مال دنیا کے لالچ میں، زبردستی زنا کے لئے مجبور نہ کرو۔'')

اپنی لڑکیوں کو جب کہ وہ پاکدامنی کی خواہاں ہیں، مال دنیا کی خاطر زنا کے لئے مجبور نہ کرو۔[۲]

عورتوں کی عفت وپاکدامنی کی تجارت میں سرگرم اس آدمی نے یہ ارادہ کیا کہ اسلامی معاشرہ کے ساتھ نزدیک روابط کی حامل اور معاشرہ میں خصوصی مقام ومرتبہ سے مالا مال ایک خاتون[۳] کے پاک وپاکیزہ دامن کو اپنے اتہام سے داغدار بنادے اور اس کی شخصیت کو فاسد عمل کے ساتھ متّہم اور وابستہ کردے۔

ایمان کے ساتھ نفاق کی عداوت درحقیقت سب بڑی عداوتوں میں سے ایک ہے، کیونکہ اگر دشمن مشرک یا کسی دوسری جماعت سے تعلق رکھتا ہے تو معاندانہ عمل انجام دینے کے بعد اس کی عداوت ودشمنی میں قدرے کمی واقع ہوجاتی ہے۔ لیکن منافق تو ایمان کو اپنی ڈھال بنالیتا ہے اور اپنی عداوت ودشمنی کا اعلانیہ اظہار نہیں کرسکتا ہے، پھر بھی اپنی باطنی عداوت کی وجہ سے اندر ہی اندر وہ دشمنی کی آگ میں جلتا رہتا ہے اور کبھی کبھی وہ دھماکہ کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ اس پر عجیب قسم کی دیوانگی سی طاری ہوجاتی ہے اور وہ بے بنیاد اتہامات لگانا شروع کردیتا ہے۔

داستان ''بنی مصطلق'' میں جماعت کے سردار کی اعلانیہ ذلت ورسوائی ہوچکی تھی اور اس کے فرزند نے اسے

[۱] سورۂ نور، آیت: ۳۳ [۲] مجمع البیان، ج ۴ ص ۱۴۱ / درمنثور، ج ۵ ص ۴۶

[۳] یہ تعبیر اس وجہ سے کی گئی ہے کہ افک سے مربوط آیات کے بعض حصوں کے سلسلہ میں شان نزول سے وابستہ جو دو خصوصیتیں بیان کی گئی ہیں اور راقم الحروف کی نگاہوں میں قطعی ثابت نہیں ہیں۔ ثابت نہ ہونے کی دلیل اس بحث میں پیش کی جارہی ہے۔ جملہ آیات وروایات کی روشنی میں جو بات واضح ہوتی ہے وہ اس مضمون میں پیش خدمت ہے، اس کا خلاصہ یہی ہے کہ اس دور کے اسلامی معاشرہ کی ایک محترم خاتون پر منافقوں نے الزام لگایا تھا۔ لیکن یہ عورت کون تھی اس کے بارے میں کسی قطعی رائے کا اظہار نہیں کیا جاسکتا۔

مدینہ میں داخل نہیں ہونے دیا تھا۔ آخرکار وہ پیغمبر اکرمؐ کی مدد سے مدینہ میں داخل ہوا۔ عبرت انگیز بات تو یہ ہے کہ جو شخص ہمیشہ حکومت کے خواب دیکھا کرتا تھا اور ہمہ وقت اس کام میں سرگرم عمل رہا کرتا تھا کہ اسے مسند اقتدار مل جائے، وہ ایسی رسوائی میں مبتلا ہوا کہ اس کا نزدیک ترین شخص اسے اپنے وطن میں داخل ہونے سے روک دیتا ہے، اور وہ پیغمبر اکرمؐ سے یہ درخواست کرنے کے لئے مجبور ہو جاتا ہے کہ مدینہ کے اندر داخل ہونے میں اس کی مدد کریں۔

ایسا شخص دیوانوں کی طرح کوئی بھی کام کر سکتا ہے۔ چنانچہ وہ بھرپور پروپگنڈہ میں سرگرم ہو جاتا ہے تا کہ اسلامی معاشرہ سے اپنی ذلت و رسوائی کا انتقام لے سکے۔ واضح رہے کہ جب دشمن براہ راست حملہ نہیں کر پاتا تو بدرجۂ مجبوری وہ اس قسم کی بے بنیاد پروپگنڈوں کے ذریعہ عوام الناس کی فکری گمراہی میں لگ جاتا ہے، جس کی وجہ سے لوگ اہم بنیادی مسائل کی طرف متوجہ ہونے کے بجائے غیر معمولی انحراف اور بے راہ روی میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

درحقیقت نیک صفت اور پاکدامن افراد کے خلاف بے بنیاد پروپگنڈوں کو ایک کامیاب و تباہ کن اسلحہ کی حیثیت سے ہمیشہ استعمال کیا جاتا رہا ہے تا کہ عوام الناس اس آدمی کی طرف مائل نہ ہونے پائیں اور انسانی معاشرہ نیک لوگوں کی ہدایت و رہنمائی سے محروم رہ جائے۔

ایک پاکدامن انسان اور منافقوں کی تہمت

حدیث افک کے بارے میں نازل ہونے والی آیات سے پتہ چلتا ہے کہ منافقین نے ایک بے گناہ پر خلاف عفت عمل انجام دینے کا الزام لگایا اور ایسی شخصیت پر اتّہام عائد کیا جس کو اس زمانہ کے سماج میں خصوصی مقام و مرتبہ حاصل رہا ہے۔ منافقین اس تہمت و اتّہام کے ذریعہ اپنے فائدہ اور اسلامی معاشرہ کے خسارہ کی زمین ہموار کر رہے تھے کہ اسی اثنا میں قرآن مجید کی واضح آیات کا نزول ہوتا ہے جن کے ذریعہ بڑی قاطعیت کے ساتھ ان منافقین کا منہ توڑ جواب دیتے ہوئے انھیں پوری طرح خاموش کر دیا جاتا ہے۔

یہ بے گناہ شخص کون ہے؟ اس سلسلہ میں مفسرین کے درمیان اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ اکثر مفسروں کا خیال ہے کہ قرآن مجید میں جس فرد کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اس سے مراد پیغمبر اکرمؐ کی زوجہ حضرت عائشہ ہیں اور بعض دیگر مفسرین اس سے مادر ابراہیم حضرت ''ماریہ'' کو مراد قرار دیتے ہیں۔ یہ لوگ اس آیہ کریمہ کی جو شان نزول بیان کرتے ہیں، وہ شک و اشکال سے خالی نہیں ہے۔ ذیل میں اس شانِ نزول کا اجمالی تجزیۂ پیش خدمت ہے جس میں آیات ''اِفک'' کو زوجۂ رسولؐ خدا حضرت عائشہ سے منسوب کیا گیا ہے۔ اس تجزیہ کے ساتھ اس کے صحیح اور غیر صحیح پہلوؤں کی وضاحت بھی پیش کی جائے گی۔

پہلی شان نزول

محدثین و مفسرین اہلسنت ''اِفک'' کی شان نزول کو حضرت عائشہ سے مربوط قرار دیتے ہیں اور اس سلسلہ میں ایک مفصل داستان بھی بیان کرتے ہیں، جس کا کچھ حصہ پیغمبرؐ کی عصمت سے بالکل میل نہیں کھاتا ہے۔ لہٰذا اس شان نزول کو اس کی اصلی شکل میں قطعی طور پر قبول نہیں کیا

جاسکتا ہے۔

سردست شان نزول کے اس حصہ کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے جو پیغمبرؐ اکرم کے مقام ومرتبہ سے مطابقت رکھتا ہے۔اس کے بعد آیات افک اوراس کا ترجمہ پیش کیا جائے گا تاکہ اس کی روشنی میں شانِ نزول کے سلسلہ میں بھرپور بحث کی جاسکے۔آخری مرحلہ میں شان نزول کے اس حصہ کو پیش کیا جائے گا جو پیغمبرؐ کی عصمت سے مطابقت نہیں رکھتا۔

داستان ''اِفک'' کے سلسلہ میں پیش کی گئی سند خود حضرت عائشہ سے منقول ہے۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ ''پیغمبرؐ اکرم ہر سفر کے موقع پر اپنی ایک زوجہ کو اپنے ساتھ لے جایا کرتے تھے جس کا انتخاب قرعہ کے ذریعہ ہوا کرتا تھا۔''جنگ بنی مصطلق'' کے موقعہ پر یہ قرعہ میرے نام نکلا اور میں نے اس سفر میں ان کے ساتھ جانے کا افتخار حاصل کیا۔دشمن کی سرکوبی کے بعد سپاہ اسلام مدینہ کی طرف لوٹ رہی تھی۔مدینہ کے قریب پہنچتے پہنچتے رات ہوگئی تو اسلامی سپاہ نے اسی جگہ پڑاؤ ڈال دیا۔ اچانک ''الرحیل'' کی زوردار آواز پوری اسلامی سپاہ پر طاری ہوگئی اور میں اپنے کجاوہ سے باہر نکلی اور رفع حاجت کے لئے قدرے دور چلی گئی۔جب رفع حاجت سے فراغت کے بعد میں اپنے کجاوہ کے قریب آئی،تو اندازہ ہوا کہ میرا گلوبند کھل گیا ہے اوراس میں لگے ہوئے یمنی موتی اسی جگہ گم ہوگئے ہیں۔میں گلوبند کی تلاش میں دوبارہ اس علاقہ کی طرف گئی اور وہاں کچھ دیر ہوگئی۔گلوبند ملنے کے بعد جب میں وہاں گئی تو دیکھا کہ اسلامی سپاہ اس جگہ روانہ ہوچکی ہے اور یہ سمجھتے ہوئے کہ میں کجاوہ کے اندر موجود ہوں، وہ لوگ میرا کجاوہ بھی اپنے ہمراہ لئے گئے تھے۔چنانچہ میں اس جگہ اکیلی رہ گئی،لیکن مجھے یہ اطمینان تھا کہ اگلی منزل پر جب وہ لوگ مجھے محمل میں نہ پائیں گے تو میری تلاش میں ضرور نکلیں گے۔

اتفاقاً لشکر اسلام کا ایک سپاہی بھی، جس کا نام ''صفوان'' تھا، پیچھے رہ گیا تھا۔صبح کے وقت اس نے مجھے دور سے دیکھا۔پھر میرے قریب آیا اور مجھے پہچان گیا۔اس نے مجھ سے کچھ نہیں کہا، بلکہ اس کی زبان پر ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ'' کے کلمات جاری ہوگئے۔اس کے بعد اس نے اپنے اونٹ کو اسی جگہ بٹھا دیا اور میں اس پر سوار ہوگئی۔اس شخص نے اونٹ کی مہار پکڑی اور مجھے سپاہ اسلام تک پہنچا دیا۔جیسے ہی منافقوں کے سردار کو اس واقعہ کی خبر ملی، اس نے اس سلسلہ میں زوردار پروپگنڈہ شروع کردیا اور لوگوں کے درمیان ہر طرف اس کا چرچہ ہونے لگا۔

نوبت یہ آگئی کہ کچھ مسلمانوں کو میرے بارے میں بدگمانی ہوگئی۔تھوڑے دنوں بعد آیات ''افک'' نازل ہوئیں اور منافقین نے میرے اوپر جو تہمت لگائی تھی، اس سے مجھے نجات مل گئی۔

شان نزول کا یہ حصہ جو ایک طویل داستان کا حامل ہے اور جس کا خلاصہ مندرجہ بالا عبارت میں پیش کیا جاچکا ہے، نازل شدہ آیات کے ساتھ مطابقت بھی رکھتا ہے اور اس میں ایسی کوئی چیز بھی نظر نہیں آتی جس کی وجہ سے پیغمبرؐ اکرم کی عصمت کی خلاف ورزی ہوتی ہو۔

ذیل میں وہ آیات پیش کی جارہی ہیں جو اس واقعہ کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہیں:—

''اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُ وْ بِالْاِفْکِ عُصْبَۃٌ مِّنْکُمْ

لَاتَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ وَالَّذِی تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔'' (سورۂ نور، آیت:۱۱)

''بیشک جن لوگوں نے زنا کی تہمت لگائی وہ تمہیں میں سے ایک گروہ تھا۔ تم اسے اپنے حق میں شر نہ سمجھو۔ یہ تمہارے حق میں خیر ہے اور ہر شخص کے لئے اتنا ہی گناہ ہے جو اس نے خود کمایا ہے اور ان میں سے جس نے بڑا حصہ لیا ہے، اس کے لئے بڑا عذاب ہے۔''

''لَوْ لَا اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوْا هٰذَا اِفْكٌ مُّبِيْنٌ۔''

یعنی ''آخر ایسا کیوں نہ ہوا جب تم لوگوں نے اس تہمت کو سنا تھا تو مومنین ومومنات اپنے بارے میں خیر کا گمان کرتے اور کہتے کہ یہ تو کھلا ہوا بہتان ہے۔''
(سورۂ نور، آیت:۱۲)

''لَوْ لَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ۔''

یعنی ''پھر ایسا کیوں نہ ہوا کہ یہ چار گواہ بھی لے آتے اور جب گواہ نہیں لے آئے تو یہ اللہ کے نزدیک بالکل جھوٹے ہیں۔'' (سورۂ نور، آیت:۱۳)

''وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِیْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔''

''اور اگر خدا کا فضل دنیا وآخرت میں اس کی رحمت نہ ہوتی تو جو چرچا تم نے کیا تھا اس میں تمہیں بہت بڑا عذاب گرفت میں لے لیتا۔'' (سورۂ نور، آیت:۱۴)

''اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ۔''

یعنی ''جب تم اپنی زبان سے چرچا کررہے تھے اور اپنے منہ سے وہ بات نکال رہے تھے جس کا تمہیں علم بھی نہیں تھا اور تم اسے بہت معمولی سمجھ رہے تھے، حالانکہ اللہ کے نزدیک وہ بہت بڑی بات تھی۔'' (سورۂ نور، آیت:۱۵)

''وَلَوْ لَا اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ۔''

''اور کیوں نہ ایسا ہوا کہ جب تم لوگوں نے اس بات کو سنا تھا تو کہتے کہ ہمیں ایسی بات کہنے کا کوئی حق نہیں ہے اور خدا تو پاک وبے نیاز ہے اور یہ بہت بڑا بہتان ہے۔''
(سورۂ نور، آیت:۱۶)

آیات کے اہم پہلو

انسان اپنی ذاتی سوجھ بوجھ کے ذریعہ یہ بات بڑی آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ اس تہمت اور بہتان کی بنیاد کیا ہے؟ درحقیقت مندرجہ ذیل قرائن کی مدد سے اس بات کو بخوبی سمجھا جاسکتا ہے:

۱۔ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کے اس جملہ ''وَالَّذِی تَوَلّٰى كِبْرَهٗ'' سے حزب نفاق کا سرغنہ ''عبداللہ ابی'' مراد لیا گیا ہے۔

۲۔ سورہ مبارکہ کی گیارہویں آیت میں تہمت لگانے والی جماعت کو لفظ 'عصبہ' سے یاد کیا گیا ہے۔ واضح رہے کہ اس لفظ کا استعمال معمولاً متّحد، معاون اور ہم خیال لوگوں کی جماعت کے لئے ہی ہوتا رہا ہے اور سردست اس لفظ کے استعمال سے اس بات کی نشاندہی ہوجاتی ہے کہ سازش کرنے والوں کے درمیان نزدیکی اور مستحکم تعلقات تھے اور

مسلمانوں کے درمیان جماعت منافقین کے علاوہ اس قسم کی کوئی دوسری جماعت موجود نہ تھی۔

۳۔ ''عبداللہ'' کے شہر مدینہ میں داخلہ کی زبردست مخالفت کی گئی تھی اور اسے مدینہ کے دروازہ پر متوقف رہنا پڑا تھا۔ جیسے ہی اس نے پیغمبرؐ کی زوجہ کو صفوان کے اونٹ پر سوار مدینہ میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا، اس نے فوری طور پر زوجۂ پیغمبرؐ پر یہ تہمت لگا دی کہ انھوں نے پوری رات ایک انجان اور بیگانہ شخص کے ساتھ بسر کی۔ لیکن خدا کی قسم ان میں سے کسی کو بھی گناہ سے نجات ملنے والی نہیں ہے۔

۴۔ دوسری مرتبہ پھر اسی آیۂ کریمہ میں ارشاد خداوندی ہوتا ہے: ''لَاتَحسَبُوْہُ شَرًا لَّکُمْ بَلْ ھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ'' دیکھو اس حادثہ کو اپنے لئے برا مت خیال کرو، بلکہ یہ حادثہ تمہارے لئے باعث خیر و برکت ہے۔

اب دیکھنا یہ چاہئے کہ کیسے ایک پاکیزہ شخصیت پر اتہام لگانا بری بات ہونے کے باوجود نفع بخش ہوتی ہے؟ بلکہ اس میں اس متہم شخص کی بھلائی مضمر ہے۔ درحقیقت یہ الزام تراشی باعث خیر اس لئے ہے کہ اس نے منافقوں کی بدنیتی کو پوری طرح بے نقاب کر دیا اور وہ سب ذلیل و رسوا ہو گئے۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کو اس حادثہ کی وجہ سے کئی طرح کے سبق بھی حاصل ہو گئے۔

اس داستان کے دیگر پہلو

اس داستان کا اتنا حصہ قرآن سے مطابقت رکھتا ہے اور اس سے پیغمبرؐ اکرم کی عصمت کی ذرہ برابر خلاف ورزی بھی نہیں ہوتی لیکن جس شان نزول کو ''بخاری'' نے نقل کیا ہے اور دیگر مورخین نے بخاری کے حوالے سے اس کی شان نزول بیان کی ہے، اس میں دو اشکال موجود ہیں، جن کا ذکر ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے:

۱۔ عصمت و نبوت کے مقام و مرتبہ سے مطابقت کا فقدان

بخاری نے خود حضرت عائشہ سے نقل روایت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''میں مسافرت سے واپس آتے ہی بیمار پڑ گئی، لہٰذا پیغمبرؐ مجھے دیکھنے کے لئے برابر آیا کرتے تھے لیکن مجھے ایسا لگا کہ ان میں پہلی جیسی محبت باقی نہیں رہ گئی تھی۔ مجھے کسی چیز کی کوئی اطلاع نہ تھی۔ دھیرے دھیرے میری طبیعت ٹھیک ہو گئی اور میں باہر آئی تو منافقوں کے پروپگنڈہ کی آواز میرے کانوں تک بھی پہنچی اور میں دوبارہ بیمار ہو گئی۔ اس بار میری بیماری نے شدت اختیار کر لی۔ چنانچہ میں نے پیغمبرؐ سے اجازت مانگی کہ میں اپنے والد کے گھر چلی جاؤں۔ انھوں نے اجازت دے دی اور میں اپنے مائکہ چلی گئی۔ والد کے گھر منتقل ہونے کے بعد میں نے ایک دن اپنی والدہ سے دریافت کیا کہ لوگ میرے بارے میں کیا کہہ رہے ہیں؟ والدہ نے جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ''صاحب امتیاز خواتین کے سلسلہ میں ان کی ناموجودگی میں لوگ اس قسم کی باتیں کرتے رہتے ہیں۔''

پیغمبرؐ اکرم نے اس معاملہ میں اسامہ سے مشورہ کیا۔ اسامہ نے میری پاکیزگی کی گواہی دی۔ اس کے بعد انھوں نے حضرت علیؑ سے مشورہ کیا، انھوں نے کہا آپ ان کی خادمہ سے تحقیق کیجئے۔ پیغمبرؐ نے میری کنیز کو طلب کیا اور اس سے لازمی معلومات حاصل کیں۔ کنیز نے ارشاد فرمایا کہ قسم

اس پروردگار کی جس نے عہدہ رسالت تفویض فرمایا ہے، میں نے اس خاتون کو اس مسافرت کے دوران ایسا کوئی عمل انجام دیتے ہوئے نہیں دیکھا جس سے قانون وشریعت کی خلاف ورزی ہوتی ہو۔[۱]

تاریخ کا یہ حصہ عصمت پیغمبرؐ سے مطابقت وہم آہنگی کا حامل نہیں ہے کیونکہ اس میں جو کچھ کہا گیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ پیغمبرؐ اکرم منافقوں کے پروپگنڈہ سے متاثر ہوئے اور حضرت عائشہ کے ساتھ ان کے برتاؤ میں تبدیلی آگئی اور وہ اس معاملہ میں اپنے اصحاب اور مخلص ساتھیوں سے مشورہ کے لئے مجبور ہوگئے۔ کسی ایسے متہم کے ساتھ ایسا برتاؤ جس کے خلاف کوئی گواہ موجود نہیں ہے، نہ صرف پیغمبرؐ اکرم کی عصمت سے مطابقت اور ہم آہنگی کا حامل نہیں ہے، بلکہ ایک صاحب ایمان شخص سے بھی ایسا اخلاق متوقع نہیں ہے کیونکہ تعلیمات اسلامیہ کے بموجب جھوٹے پروپگنڈہ کی وجہ سے ایک متہم شخص کے سلسلہ میں برادر مومن کے اخلاق میں تبدیلی کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔ اگر پروپگنڈہ کی وجہ سے وہ فکری اعتبار سے متاثر بھی ہوگیا ہو، تو اس کے اخلاق وکردار پر اس کا قطعی کوئی اثر نہ ہونا چاہئے۔

قرآن مجید سورہ نور کی بارہویں اور چودھویں آیات میں ان لوگوں پر ملامت کرتا ہے جو ان جھوٹے اور بے بنیاد پروپگنڈوں کی وجہ سے متاثر ہوگئے تھے۔ وہ ایسے لوگوں کی سرزنش کرتے ہوئے پوچھتا ہے کہ تم لوگوں نے جب اس تہمت کے بارے میں سنا تو تم مومنین ومومنات نے متہم انسان کے بارے میں خوش فہمی سے کام کیوں نہیں لیا؟ یہ کیوں نہیں کہا کہ یہ بات بالکل جھوٹ ہے۔ اگر دنیا وآخرت میں خداوند عالم کی رحمت شامل نہ ہوتی تو تم نے اب جو گناہ کئے ہیں، ان کی وجہ سے خداوند عالم کا عذاب عظیم تمہیں اپنے چنگل میں دبوچ چکا ہوتا۔

اگر شان نزول کے اس حصہ کو صحیح مان لیا جائے تو پھر ہمیں یہ بھی تسلیم کرلینا چاہئے کہ خود پیغمبرؐ کی ذات گرامی بھی اس عذاب وعتاب میں شامل رہی ہے جب کہ مرتبہ نبوت جس میں ان کی عصمت بھی شامل ہے اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ ہم اپنی زبان سے یہ جملہ ادا کریں کہ (معاذ اللہ) ''اس خطاب وعذاب کا تعلق پیغمبرؐ کی ذات گرامی سے بھی ہے۔''

لہٰذا ہم لوگوں کو ایسی شان نزول کی اعلانیہ وبھرپور تردید کرنی چاہئے جس کا معمولی سا حصہ بھی پیغمبرؐ اکرم کے مرتبۂ نبوّت اور ان کی عصمت سے سازگار وہم آہنگ نہیں ہے۔ اگر ایسا ممکن نہیں تو کم از کم اس کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہوئے پہلے حصہ کو، جس میں عصمت ونبوت سے اختلاف نہیں ہے، قبول کرلینا چاہئے اور دوسرے حصہ کو پوری طرح رد کردینا چاہئے۔

حادثۂ اِفک سے قبل سعد معاذ کی موت

اس آیۂ کریمہ کی شان نزول کے ذیل میں ''بخاری'' نے اپنی کتاب میں حضرت عائشہ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ پیغمبرؐ میری کنیز ''بریرہ'' سے تحقیق کے بعد منبر پر تشریف لے گئے اور مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''وہ کون ہے جو مجھے ایسے شخص کی تادیب سے معذور محسوس کرتا ہے جس نے میرے اہلبیت کو رنجیدہ وغمگین کیا ہے جس کی ذات سے نیکی کے علاوہ میں نے کچھ نہیں دیکھا۔ اسی طرح وہ لوگ

[۱] صحیح بخاری، جز ششم، تفسیر سورۂ نور، ص ۱۰۳-۱۰۲ / جز پنجم ص ۱۸۸

ایسی ذات پر اتہام لگا رہے ہیں جس کے بارے میں بھی خیر اور نیکی کے علاوہ کچھ معلوم نہیں ہے۔'' اس موقع پر سعد معاذ[۱] اپنی جگہ اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا: ''اے خدا کے رسولؐ! میں آپ کو معذور محسوس کرتا ہوں۔ اگر وہ شخص قبیلہ اوس سے تعلق رکھتا ہے تو ہم اس کی گردن مار دیں گے اور اگر وہ ہم لوگوں کا خزرجی بھائی تو بھی ہم لوگ آپ کے حکم کی تعمیل و پیروی کریں گے۔''

قبیلہ خزرج کے سردار ''سعد بن عبادہ'' کو معاذ کی یہ بات بری لگی۔ اس نے کھڑے ہو کر اعتراض آمیز لہجہ میں کہا: ''خدا کی قسم تو جھوٹ بول رہا ہے۔ اس کو مارنا تیرے بس کی بات نہیں ہے۔''

عبادہ کے فرزند کا جواب دینے کے لئے سعد بن معاذ کا چچازاد بھائی ''اسید بن حضیر'' کہنے لگا: ''خدا کی قسم ہم اس کو مار ڈالیں گے اور تو منافق ہے اور منافقوں کا دفاع کرنے میں لگا ہوا ہے۔'' پیغمبر اکرمؐ منبر پر بیٹھے ہوئے تھے پھر بھی دونوں قبیلے کے لوگ ایک دوسرے پر حملہ کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ پیغمبرؐ نے ان لوگوں کو حکم دیا اور وہ لوگ خاموشی سے اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔[۲]

شان نزول کا یہ حصہ تاریخی حقائق کے مطابق نہیں ہے کیونکہ اصولی اعتبار سے ''سعد معاذ'' غزوہ احزاب کے دوران زخمی ہو گیا تھا اور ''بنی قریظہ'' کے سلسلہ میں کسی حکم کے اجراء سے قبل اس کی موت واقع ہو چکی تھی۔ اس بات کو خود بخاری نے اپنی کتاب ''صحیح''، جلد پنجم، ص ۱۱۳ / پر جنگ احزاب و بنی قریظہ کے ذیل میں نقل کیا ہے۔ ایسی صورت میں یہ بات کیسے ممکن ہو سکتی ہے کہ یہ شخص حادثہ ''اِفک'' کے موقع پر، جو جنگ بنی قریظہ کے کئی مہینے بعد رونما ہوئی تھی، بزم پیغمبرؐ میں ان کے منبر کے قریب بیٹھے اور ''سعد بن عبادہ'' کے ساتھ بحث و مباحثہ اور لڑائی جھگڑے میں شریک ہو!

محدثین اور سیرت نگاروں کا متفقہ بیان ہے کہ ''جنگ خندق'' اور اس کے بعد ''بنی قریظہ کا حادثہ'' ہجرت کے پانچویں سال شوال کے مہینہ میں رونما ہوا ہے اور آخر کار بنی قریظہ کا حادثہ ۱۹ویں ذی الحجہ کو ختم ہو گیا۔ اور سعد بن معاذ اس حادثہ کے دوران ایک شدید زخم کھانے اور زبردست خونریزی کی وجہ سے فوری طور پر ہلاک ہو گیا تھا[۳] اور غزوۂ بنی مصطلق ہجرت کے چھٹے سال شعبان کے مہینہ میں واقع ہوا ہے۔

جی ہاں! اس سلسلہ میں اہم بات یہ ہے کہ حزب نفاق کی حتی الامکان کوشش یہ تھی کہ ایک صاحب عظمت وفضیلت خاتون جس کو اس زمانہ میں غیر معمولی احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا اور اس دور کے سماج میں جس کو خصوصی مرتبہ حاصل تھا، وہ لوگوں کے بے بنیاد اتہامات اور الزامات کی وجہ سے ذلیل اور رسوا ہو جائے اور آنے والے وقت میں اس کے حوصلوں میں کسی قسم کی کمزوری پیدا ہو جائے۔

اسی طرح شان نزول آیات ''الَّذِی تَوَلّٰی کِبْرَهٗ'' نامی جملہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ''عبداللہ بن ابی'' کی طرف اشارہ کرنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ اس پروپگنڈہ کی قیادت انجام دے رہا تھا۔

---

[۱] سعد معاذ قبیلہ اوس اور سعد بن عبادہ قبیلہ خزرج کا سردار تھا۔ ان دونوں قبیلوں کے درمیان ہمیشہ جنگ چھڑی رہتی تھی اور عبداللہ بن ابی کا تعلق قبیلہ خزرج سے تھا۔

[۲] ابن ہشام اپنی 'سیرۃ' میں سعد بن معاذ کا نام نہیں لیتا بلکہ صرف سعد بن عبادہ اور ''اسید'' کے درمیان بحث کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ (ملاحظہ کیجئے ''سیرہ ابن ہشام'' ج ۲ ص ۳۰۰)

[۳] سیرۂ ابن ہشام، ج ۲ ص ۲۵۰